# (مولانا) ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ اور مجلس علمی

پروفیسر ڈاکٹر نثار احمد ☆

دنیائے مشرق و مغرب کے سنجیدہ علمی و تحقیقی حلقوں میں ڈاکٹر حمیداللہ کی جامع الصفات شخصیت، ان کا علمی مقام و مرتبہ اور بے پناہ علمی و تحقیقی کارنامے اب یقیناً کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ چند سال کم پوری بیسویں صدی گویا ان ہی کی تھی۔

انہوں نے اپنی پیدائش (۱۶رمحرم ۱۳۲۶ھ/۱۹ فروری ۱۹۰۸ء دکن، بھارت) کے بعد دارالعلوم اسکول نظام کالج اور جامعہ عثمانیہ (حیدر آباد دکن) سے گزر کر ایم اے، ایل ایل بی تک اور پھر ڈی فل (بون، جرمنی) کے بعد ڈی لٹ (سوربون، فرانس) تک کے تمام مراحل محض ۲۸ سالہ عمر میں (۱۹۳۶ء تک) طے کئے اور پھر تدریس سے اپنے کیریر کا آغاز کیا۔ ان کے ۹۴ سالہ (فروری ۱۹۰۸ء-دسمبر۲۰۰۲ء) دورِحیات میں کم از کم ۶۰ سال (۱۹۳۶-۱۹۹۶) ایسے ہیں جبکہ ان کے دن و رات تسلسل کے ساتھ تعلیم، تدریسی، دینی، تبلیغی، تصنیفی، تالیفی سرگرمیوں میں بسر ہوئے۔ وہ اپنی مرنجاں مرنج شخصیت اور مختصر سراپا رکھنے کے باوجود علم و تحقیق کے مختلف میدانوں میں ایسے بلند و بالا مینار قائم کر گئے جو مدتوں ان کے نام اور کام کی بلندی نمایاں کرتے رہیں گے۔

ڈاکٹر محمد حمیداللہ علیہ الرحمۃ نے اپنی پوری زندگی بہت سادگی اور پاکیزگی سے گزاری۔ اس مادی دنیا سے اپنا تعلق انہوں نے محض رسماً اور تکلفاً ہی قائم رکھا تھا۔ نہ شادی بیاہ کیا نہ گھر گرہستی کا اہتمام روا رکھا، اپنے وطن مالوف (حیدرآباد اسٹیٹ) کو قبضہ غاصبانہ کے بعد چھوڑا تو ایسا چھوڑا کہ ادھر کا رُخ نہ کیا، نہ کسی اور ملک کی شہریت حاصل کی، نہ مکان، نہ دکان نہ جائیداد بنائی، پوری زندگی ایک سادہ سے کرایہ کے فلیٹ میں گزار دی، جہاں نہ ساز و سامان تھا نہ اسباب تعیش، ہر طرف ہر جگہ کتابیں ہی کتابیں، اسی کے ہی انبار جن کا نہ قطار نہ شمار، نہ روایتی باورچی خانہ تھا نہ وارڈ روب، وہ صرف زندہ رہنے کے لئے بقدر ضرورت کھاتے پیتے تھے۔ گوشت وغیرہ مدتوں پہلے چھوڑ چکے تھے۔

---

۱۔ R-274/17, F.B. Area، کراچی

زیادہ تر سبزی ترکاری سلاد پر گزارہ، کپڑوں کے گنے چنے جوڑوں میں سب موسم گزار دیئے۔ خدم حشم سے بے نیاز اپنے سب کام خود کرتے، خط بھی خود لکھتے، چھوٹے سے کاغذ پر باریک خط میں آگے پیچھے اوپر نیچے، یعنی کم سے کم جگہ میں زیادہ سے زیادہ مضمون آجائے اور ''ضیاع'' سے بچا جائے۔ انہوں نے دنیا کو خود تو بہت کچھ دیا لیکن دنیا سے نہ لینے کے برابر لیا۔ اس عرصۂ دہر میں انہوں نے خود کو حدیث رسول کے مطابق محض ایک مسافر کی حیثیت سے ہی متحرک رکھا۔ ارشاد نبویؐ ہے: مالی وللدنیا، وما انا والدنیا الا کراکب استظّل تحت شجرۃٍ ثم راح و ترکھا (مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی عن ابن مسعودؓ) مجھ کو دنیا سے کیا واسطہ؟ میری اور دنیا کی مثال (تو) ایسی ہے کہ جیسے کوئی سوار (مسافر) چلتے چلتے کسی درخت کے نیچے (ستانے، سایہ لینے کو) ٹھہر جائے پھر اس (درخت، سایہ کو) چھوڑ کر اپنی راہ لے۔

ڈاکٹر حمیداللہ کی پوری زندگی قیام حیدرآباد کے بعد مسلسل مسافرت میں گزری۔ ''مقبوضہ'' دکن (دولت آصفیہ) اور ''غاصب'' فرنگیوں کی سرزمین کے علاوہ پوری دنیا اُن کی گزرگاہ تھی۔ شمال جنوب مشرق مغرب ہر سمت میں، ہر ملک میں ان کا آنا جانا تھا اور خصوصاً عالم اسلام کی اہم شخصیات، علمی تحقیقی ادارے اور جامعات سے ان کا رابطہ مسلسل رہتا تھا۔ فروغ علم و تحقیق کے لئے انہوں نے اگرچہ اپنی ذاتی حیثیت میں جو کچھ کیا (اس کی تفصیل ایک الگ مضمون کی متقاضی ہے) وہ اپنی جگہ وقیع ترین ہے تاہم یہ بھی ان کی عظیم خدمت ہے کہ دنیا بھر کے تعلیمی تحقیقی اداروں کے منصوبوں میں ان کی دلچسپی، مشاورت، رہنمائی اور ہر ممکن تعاون تاحیات قائم رہا۔ خصوصاً اسلامی تبلیغی ادارے، مساجد اور جامعات جہاں قرآن و حدیث اور دیگر اسلامی علوم کی تعلیم تدریس اور تحقیق کا سلسلہ جاری تھا اور جن کی حوصلہ افزائی، قدردانی اور فراخدلانہ مدد و تعاون ڈاکٹر صاحب مرحوم ضروری سمجھتے تھے۔ اس کی صاف وجہ یہ تھی کہ ڈاکٹر صاحب ایک سیدھے، سچے مسلمان، صاحب ایمان عالم و محقق اور بے لوث خادم علم تھے۔ انہوں نے ساری عمر مغربی علماء و فضلاء یورپی محققین اور مستشرقین کے درمیان گزاری۔ ان مستشرقین کی بدنیتی، اسلام سے ان کا بغض، مسلمانوں سے نفرت اور علم و تحقیق کے پردہ میں ان کے مذموم مقاصد اور دسیسہ کاریاں، ان کے طور طریقے اور حملے و حربے وہ خوب جانتے اور پہچانتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے مقدور بھر مغربی علماء اور مستشرقین کے جواب میں، ان ہی کی زبان، انہی کے طرزِ تحقیق اور انہی کے معیار پر، مضامین، مقالات، کتابوں کے ڈھیر لگا دیئے اور اپنے آپ کو منوا لیا۔ اسلام، پیغمبر اسلام اور مآخذ اسلام کے بارے میں پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا، ان کے اعتراضات کا مسکت جواب دیا، ان کی مغالطہ آمیز تحقیقات کا پردہ چاک کیا، اور بالآخر اسلام کی

برتری، علم و تحقیق میں مسلمانوں کی اوّلیت، تہذیب و تمدنِ اسلامی کی فوقیت اور اسلاف کے کارناموں کی وقعت و اہمیت کو دنیا سے تسلیم کرالیا۔ وہ نام نہاد مغربی علماء محققین اور کینہ پرور مستشرقین سے ان ہی کی زبان میں بات کرتے تھے۔ اُردو، انگریزی، فارسی، عربی تو گویا ڈاکٹر صاحب کے گھر کی زبانیں تھیں۔ اس کے علاوہ فرانسیسی، جرمنی، اطالوی، ترکی، روسی زبانوں میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے۔ انتقال سے دس سال پہلے تھائی زبان بھی سیکھ لی تھی۔ زبانوں کے تنوع کے ساتھ ساتھ ان کی دلچسپی کے اگرچہ بہت سے میدان تھے مثلاً بین الاقوامی اسلامی قانون میں تو انہیں تخصص ابتداء سے ہی حاصل تھا، یا مثلاً تدوین فقہ اسلامی، امام ابوحنیفہؒ اور ان کی فقیہانہ کوششیں وغیرہ۔ تاہم ان کی علمی و تحقیقی دلچسپیوں کا، ایک متدین مسلمان ہونے کی حیثیت سے، محور و مرکز قرآن اور حدیث و سیرت ہی تھا۔ چنانچہ ان موضوعات پر اور ان کے متعلقات پر انہوں نے اُردو، انگریزی اور فرانسیسی زبان میں معرکۃ الآراء تخلیقات و تحقیقات پیش کیں جن کی عالمی سطح پر زبردست پذیرائی کی گئی۔ فرانسیسی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ اور دو جلدوں پر مشتمل فرانسیسی میں ہی سیرت رسول ﷺ پر ان کی تصنیف، یادگار کارنامے ہیں۔ قرآن و حدیث اور سیرت سے والہانہ شیفتگی کے ہی سبب ان موضوعات پر کام کرنے والے اشخاص، ادارے دنیا میں کہیں بھی ہوں ان سے ربط و ضبط رکھنا، ان کی حوصلہ افزائی اور علم و تحقیق کے حوالہ سے ان کی ہر ممکن مدد و اعانت گویا ڈاکٹر حمیداللہ صاحب پر واجب اور ضروری تھا۔

چنانچہ برصغیر کا ایک قابل ذکر قدیم ادارہ جو ''المجلس العلمی'' کے نام سے اکتوبر ۱۹۳۱ء (جمادی الاوّل ۱۳۵۰ھ) میں علوم و معارف اسلامی کی ترویج و اشاعت کے لئے عموماً اور نادر و کمیاب اسلامی علمی ذخائر اور قدیم دینی مآخذ کی دریافت اور ان کی محققانہ طباعت و اشاعت کی غرض سے خصوصاً قائم کیا گیا تھا[1]۔ ڈاکٹر حمیداللہ صاحب مرحوم و مغفور کی توجہ کیوں نہ حاصل کرتا اور ان کے فیضانِ کرم سے کس طرح محروم رہ سکتا تھا۔ چنانچہ ڈاکٹر حمیداللہ صاحب اور مجلس علمی کے درمیان ربط و تعلق کا سلسلہ کافی عرصہ پر محیط ہے۔

مجلس علمی کے قیام کا ایک خاص پس منظر ہے جس نے اس ادارہ کو ایک مخصوص نوعیت عطا کی اور یہ خالص علمی و تحقیقی ضرورت کے تحت ایک تصنیفی تالیفی اشاعتی ادارہ کی حیثیت سے وجود میں آیا۔ اس ادارہ کی شہرت و ناموری کی دوسری وجوہات بھی ہیں لیکن اس کا اصل اعزاز و افتخار اور باعث فیضان و عروج وہ نایاب شخصیت ہے جس کی سرپرستی و سرکردگی میں یہ ادارہ قائم ہوا، جس کی وجہ سے یہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل (سورت، گجرات بھارت) سے منسلک و ملحق ہوا۔ اور جنہوں نے اسے تعلیم،

تدریس حدیث اور تحقیق و تفتیش سے ہم آہنگ کر کے ایک منفرد اشاعتی ادارہ بنا دیا۔ وہ شخصیت ہے فخر العلماء، شیخ الفضلاء، سیدالطائفہ، مفسر قرآن، محدث دوراں حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ کی ہے[۲]۔ جن کی قدر و منزلت سے برصغیر کے دینی حلقے خوب واقف ہیں اور جو اس وقت جامعہ اسلامیہ ڈابھیل[۳] میں صدر مدرس کی حیثیت سے رونق افروز ہوکر ادارہ مجلس علمی کی سرپرستی فرما رہے تھے تاکہ اسلاف کے شاندار کارناموں سے امت کے عوام و خواص کو روشناس کرایا جائے۔ اور تفسیر، حدیث، فقہ، حکمت دین، تصوف، اصلاح باطن، تہذیب نفس، عقائد و کلام، عبادات و معاملات اور تربیت و تزکیۂ حیات کے مختلف پہلوؤں پر ان کی تصنیفات، تالیفات اور نگارشات کو پھر سے آراستہ کر کے پیش کیا جائے۔

المجلس العلمی کا پہلا مستقر ڈابھیل (سورت/ سملک/ گجرات/ بھارت) تھا جہاں یہ پہلے پہل الجامعۃ الاسلامیہ کے ایک ذیلی ادارہ کی حیثیت سے قائم ہوا۔ چنانچہ اس کا مرکز و دفتر مدرسہ اسلامیہ تعلیم الدین کے احاطہ میں واقع تھا۔

المجلس العلمی کے بانی مولانا محمد بن موسیٰ میاں سملکی ثم افریقی تھے۔ وہ خود بھی عالم فاضل آدمی تھے، دارالعلوم دیوبند سے (۱۳۴۴ھ) فارغ التحصیل اور حضرت علامہ مولانا انور شاہ کشمیری کے حلقہ ارادت میں شامل خاص شاگرد تھے، دولت مند ہونے کے باوجود سادہ زندگی گزارتے تھے۔ عربی، فارسی، اردو کے علاوہ انگریزی اور فرانسیسی زبان بھی بخوبی جانتے تھے۔ تعلیم سے فارغ ہوکر جوہانسبرگ (جنوبی افریقہ) چلے گئے تھے وہاں اپنے وسیع ترین تجارتی کاروبار کے ساتھ ساتھ بڑے پیمانے پر دینی خدمات بھی انجام دیتے رہے۔ ان کا آبائی وطن سورت میں قصبہ سملک تھا جہاں ان کے ہم وطن مولانا احمد حسن بھام سملکی کا قائم کردہ مدرسہ تعلیم الدین واقع تھا۔ جسے ان کے انتقال (۱۳۳۷ھ/۱۹۱۸ء) کے بعد مولانا احمد بزرگ سملکی نے سنبھالا اور اپنے انتظام و اہتمام سے اسے چار چاند لگا دیئے۔ یہاں تک کہ ان ہی کی کوششوں سے حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری دوسرے ممتاز علماء کی معیت میں یہاں (۱۳۴۶ھ/۱۹۲۸ء میں) تشریف لائے اور ان کے آتے ہی ''مدرسہ تعلیم الدین'' چشم زدن میں ''الجامعۃ الاسلامیہ ڈابھیل'' بنا اور کچھ ہی عرصہ میں بقول مولانا قاری طیب صاحب اس نے دارالعلوم دیوبند ثانی کا مرتبہ حاصل کر لیا۔ جس کے صدر مدرس حضرت مولانا انور شاہ کشمیری تھے۔ اس میں شک نہیں کہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کی توسیع و ترقی میں اس کے لائق منتظم و مہتمم مولانا احمد بزرگ سورتی کا بہت حصہ ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ ادارہ کو بام شہرت پر پہنچانے والی اور موجب مرکزیت و مقناطیسیت بننے والی ہستی علامۃ الدہر حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کی تھی تاہم

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان سب کے پس پردہ اصل کارفرما شخصیت جناب مولانا محمد بن موسیٰ میاں صاحب کی تھی۔ جامعۂ اسلامیہ کے انتظام و انصرام کی سرگرمی، شہرت و ناموری اور حضرت الشیخ کشمیری کی فیض رسانی کے لئے ماحول پیدا کرنے میں سب سے زیادہ حصہ مولانا محمد بن موسیٰ میاں کا ہی تھا، مالی معاونت، فیاضی و کشادہ دلی اور ہر کام کے لئے آگے بڑھ کر مادی وسائل کی مسلسل فراہمی کے لئے ان ہی کے عطیات اور کوششوں کے ثمرات کے سب جامعہ کی شان دوبالا ہوتی رہی نیز اس کی مادی ترقی، تعمیراتی جمال اور تعلیمی، تبلیغی، تدریسی، تحقیقی سرگرمیوں کا تمام کاروبار ان ہی کے دم قدم سے رواں دواں رہا۔

اس صورت حال میں المجلس العلمی کو مولانا محمد بن موسیٰ میاں ؒ نے حضرت الشیخ کشمیری کی دیرینہ خواہش پر، ان کے اعزاز میں، بطور ہدیۂ نیاز، ان ہی کی سرپرستی میں (جمادی الاوّل ۱۳۵۰ھ/ اکتوبر ۱۹۳۱ء میں) قائم فرمایا اور اس کی مالی و انتظامی کفالت کا ذمہ لیا جسے وہ تمام عمر نبھاتے رہے اور ان کے بعد بھی ان کے خاندان والے آج تک عہد وفا نباہ رہے ہیں۔

المجلس العلمی کے پہلے ناظم مولانا سیّد احمد رضا بجنوری مقرر کئے گئے[۴] جبکہ اس کے سرخیل و سرپرست تو خود حضرت انور شاہ صاحب کشمیری تھے۔ البتہ ان کے اعوان و انصار علماء و محققین میں حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا بدر عالم میرٹھیؒ، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمیؒ، حضرت مولانا محمد یوسف کامل پوریؒ اور حضرت مولانا محمد یوسف البنوریؒ وغیرہ شامل تھے۔

مجلس علمی کے چار مقاصد مقرر کئے گئے تھے اوّل یہ کہ اکابر امت کے نادر و نایاب علمی ذخائر کو طبع کرا کے شائع کرنا، دوم یہ کہ مسلمانوں کی وقتی ضرورت کے مطابق مفید علمی و مذہبی تصانیف شائع کرنا، سوم یہ کہ طبقہ علماء، طلباء مدارس اسلامیہ اور دوسرے علم دوست حضرات کے لئے ان کے علمی ذوق کو ملحوظ رکھ کر مفید اور اہم کتابیں شائع کرنا اور چہارم یہ کہ تمام مفید علمی و مذہبی کتابوں کو حتی الوسع قابل وثوق تصحیح، عمدہ کتابت اور دیدہ زیب طباعت کے ساتھ اعلیٰ کاغذ پر شائع کرنا[۵]۔

بہرحال ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء میں مجلس علمی کے قیام کے ساتھ ہی تحقیقی، تالیفی اور طباعتی سرگرمیوں کا باقاعدہ آغاز ہوگیا اور شروع کے ایک دو سالوں میں خود انور شاہ صاحب کے نئے پرانے متعدد رسائل اور کتابیں (مثلاً اکفار الملحدین، عقیدۃ الاسلام، نیل الفرقدین، بسط الیدین، تحیۃ الاسلام، مرقاۃ الطارم اور فارسی رسالہ خاتم النبیین وغیرہ) شائع ہوئیں، شاہ صاحب قبلہ کے علاوہ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ کی ۳۵۰ صفحات پر مشتمل ضخیم کتاب نورالبصر فی سیرۃ خیرالبشر ۱۳۵۰ھ میں خود حضرت انور شاہ صاحب

کی فرمائش پر شائع ہوئی۔ اسی سال مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی الروح فی القرآن (۱۳۵۰ھ) اور فارسی میں محمود التبریزی کی ''حق الیقین'' ۱۳۵۱ھ میں شائع ہوئی۔ حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی نے ''فیض الباری'' کی چار ضخیم جلدیں جو ۵۴-۱۳۵۳ھ میں مرتب کی تھیں، شاہ صاحب کے بعد ۱۹۳۸/۱۳۵۷ء میں مصر سے شائع ہوئیں۔ اس طرح مجلس علمی کے بانی میاں صاحب کی خواہش کے مطابق نہ صرف یہ کہ حضرت انور شاہ کشمیریؒ کے علوم و معارف کی خوب اشاعت ہوئی بلکہ قرآن و حدیث، فقہ و فتاویٰ، حکمت و معرفت، آثار و سنن، اسرار و مصالح اور دیگر آثار علمیہ زیور طبع سے آراستہ ہوئے۔ چند سالوں میں ہی اتنا معیاری تعلیمی تحقیقی کام اور اعلیٰ معیار کی طباعت اور دیدہ زیب پیش کش کے ساتھ اتنے ضخیم مجلدات کا شائع ہونا اور امت تک پہنچنا حضرت مولانا محمد بن موسیٰ میاںؒ کی نگرانی، مالی انتظامات اور اخلاص و للّٰہیت کا نتیجہ تھا۔

حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے انتقال فرمانے کے بعد جامعہ کی صدر مدرسی اور مجلس علمی کی سرپرستی حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی تقسیم ہند سے کچھ پہلے (فروری ۱۹۴۵ء) تک فرماتے رہے۔ ان کی جانشینی حضرت مولانا شمس الحق افغانی کے حصہ میں آئی لیکن قیام پاکستان کے بعد وہ بھی (۱۹۴۷ء میں) یہاں اپنے وطن چلے آئے جبکہ ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء میں حضرت مولانا یوسف البنوری جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے صدر مدرس اور مجلس علمی کے سرپرست قرار پائے لیکن دو سال بعد مولانا بنوریؒ بھی ۱۳۶۹ھ/۱۹۵۰ء میں جب حج بیت اللہ کے لئے گئے تو حرمین میں کچھ عرصہ قیام کے بعد جنوری ۱۹۵۱ء میں ہجرت کر کے پاکستان چلے آئے۔ چنانچہ اس وقت صورت حال یہ ہوئی کہ ایک طرف تو مجلس علمی کا اوّلین مستقر اپنے کتب خانہ (۳۰ ہزار کتابوں) کے ساتھ وہیں ڈابھیل میں موجود تھا جبکہ دوسرا مستقر جوہانسبرگ (جنوبی افریقہ) میں متحرک تھا جہاں خود اس ادارہ کے بانی مولانا محمد بن موسیٰ سملکی کی رہائش، کاروبار، جائیداد، املاک تھی اور جہاں انہوں نے ایک ادارہ واٹر فال اسلامک انسٹی ٹیوٹ بھی قائم کر رکھا تھا اور ضمنی طور پر مجلس علمی کا بھی ایک دفتر طباعتی و اشاعتی انتظامات اور اجرائے ہدایات کے لئے وہاں قائم تھا بلکہ اس کے بانی محترم خود المجلس العلمی کا چلتا پھرتا دفتر تھے۔

بہرحال تقسیم ہند قیام پاکستان اور دوسرے حالات کے نتیجہ میں بانی ادارہ محمد بن موسیٰ صاحب کی خواہش ہوئی کہ مجلس علمی اور اس کے کاموں کا تسلسل برقرار رہے۔ چنانچہ تقسیم ملک کے بعد میاں صاحب نے اپنی کوششیں جاری رکھیں تاکہ ''المجلس العلمی'' پاکستان کے دارالخلافہ کراچی میں بھی قائم ہو جائے۔ چنانچہ مولانا محمد یوسف البنوریؒ کی قیادت و سرکردگی میں ''مجلس علمی'' کراچی کا نیا مستقر ۱۹۵۲ء میں میاں برادرز کی ملکیتی جائیدادوں میں سے ٹاور کے نزدیک الگ جگہ ''بیت الحمد'' (۱۴۰ بندر

روڈ، کراچی) میں وجود پذیر ہوگیا اور اس کے ناظم (یہاں پاکستان میں) مولانا محمد طاسین صاحب[۶] مقرر کئے گئے۔

مجلس علمی کراچی کی ابتدائی ضرورت ایک طرف تو یہ تھی کہ نسبتاً بڑی جگہ میسر آئے اور دوسری طرف ایک لائبریری قائم ہو تاکہ المجلس العلمی کے اصل مقاصد کا حصول ممکن ہو چنانچہ آغاز کار میں ڈابھیل کے کتب خانہ مجلس علمی سے کتابوں کی کراچی منتقلی کے انتظامات کئے گئے جس کے تحت وقتاً فوقتاً کتابیں (نومبر ۱۹۵۴ء تک) برابر آتی رہیں۔ اس دوران نئی خریداریٔ کتب کے ذریعہ بھی کتابوں کا حصول معقول حد تک ہوگیا۔ جگہ کا حل یہ نکلا کہ میاں فیملی کی ایک اور ملکیتی بلڈنگ میں [جہاں ان کا کاروباری دفتر (Mian Brothers ہول سیل مرچنٹس اینڈ امپورٹرز کے نام سے (پہلی منزل اولڈ الائنس بلڈنگ پوسٹ بکس ۴۸۸۳ کراچی میں) پہلے سے قائم تھا] مجلس علمی کو منتقل کر دیا گیا اور اس طرح ڈیڑھ دو سال میں ہی کتابوں کی معقول تعداد اور مناسب جگہ دستیاب ہو جانے سے اوّلین مرحلہ میں المجلس العلمی ایک کتب خانہ کی شکل میں متشکل ہوگئی۔ جہاں رسائل اور اخبارات کی فراہمی کے بعد دارالمطالعہ بھی افادۂ عام کے لئے کھل گیا۔ کتب خانہ اور دارالمطالعہ کے ذریعہ مجلس علمی اہل علم صاحبان تحقیق اور عوام الناس سب کے لئے نافع اور متحرک ہوگئی پھر رفتہ رفتہ کتب رسائل و جرائد اور اخبارات کی تعداد میں مسلسل اضافہ کے ساتھ ساتھ مجلس علمی (کراچی) کے ناظم مولانا محمد طاسین صاحب جیسے خوش اطوار بالغ نظر عالم اور مستعد و باخبر لائبریرین کی طرف سے تمام زائرین مجلس علمی اور سالکانِ رہِ علم و تحقیق کے لئے فراخدلانہ معاونت ہر زمانہ میں اس کی نفع رسانی دوچند کرتی رہی اور عرفان و فیضان کا اجالا پھیلاتی رہی۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ جگہ کی قلت دور کرنے اور لائبریری کی تنظیم و ترتیب کے دوران (۵۴-۵۵) ہی المجلس العلمی کے اصل مقاصد کے حصول اور تحقیقی تصنیفی اشاعتی منصوبے (حسب سابق) روبہ عمل لانے کے لئے از سر نو انتظامات کو بھی جاری و ساری رکھا گیا۔ کراچی (پاکستان) میں مجلس علمی کے سرپرست و سربراہ حضرت مولانا یوسف بنوری اور اس کے ناظم مولانا محمد طاسین تھے جبکہ اس کے تاسیسی اراکین میں یوسف موسیٰ میاں صاحب محمد موسیٰ میاں صاحب اور احمد موسیٰ میاں صاحب تھے اور تحقیقی تصنیفی کام کو آگے بڑھانے کے لئے جن اکابرین امت اور علماء و فضلاء حضرات کی مشاورت معاونت اور رہنمائی حاصل کی گئی، ان میں مندرجہ ذیل شامل تھے[۷]:

(۱) حضرت علامہ مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی، (۲) علامہ مولانا ابوالوفا افغانی، (۳) مولانا مفتی مہدی حسن شاہجہاں پوری، (۴) مولانا ادریس میرٹھی، (۵) ڈاکٹر محمد حمیداللہ صاحب

اور (۶) ڈاکٹر غلام محمد

المجلس العلمی کے (تینوں دفاتر واقع ڈابھیل-بھارت جوہانسبرک-جنوبی افریقہ اور کراچی پاکستان کے) تمام عمومی معاملات کی دیکھ بھال تو ظاہر ہے کہ مولانا محمد بن موسیٰ میاں صاحب سملکی ثم افریقی ہی کرتے تھے۔ اس لئے مجلس علمی کراچی بھی ان ہی کی ہدایات اور مولانا بنوری علیہ الرحمۃ کی مشاورت کے مطابق، اس کے ناظم مولانا محمد طاسین کے زیرنگرانی خدمات کے مختلف دائروں میں فرائض کی انجام دہی میں سرگرم ہوگئی۔ ریکارڈ کے مطابق یہی وہ دور ہے جبکہ باقی مجلس مولانا محمد بن موسیٰ میاں صاحب کے ذاتی مراسم سے آگے بڑھ کر ڈاکٹر محمد حمیداللہ صاحب کی مجلس علمی کے باقاعدہ تصنیفی تحقیقی اشاعتی منصوبوں میں دعا اور برکت بھی شامل ہوگئی۔

اس زمانہ میں مولانا محمد بن موسیٰ میاں (بانی مجلس) اور ڈاکٹر یوسف الدین صاحب کے درمیان مصنف عبدالرزاق کے حوالہ سے سلسلہ جنبانی تھی۔ مولانا محمد بن موسیٰ میاں ہمیشہ سے بزرگ اسلاف کی نادر و نایاب یا کمیاب مآخذ کی تلاش میں رہتے تھے اور ہر قیمت پر، ہرصورت میں حاصل کر کے مجلس علمی کے تحت تصحیح، ترتیب، تبویب وغیرہ کے بعد زیور طبع سے آراستہ کرنے کی فکر میں سرگرداں رہتے تھے خواہ اس کے لئے کتنے ہی سرمایہ کی ضرورت ہو۔ ان کے اس ذوق و شوق کے پیش نظر ڈاکٹر یوسف الدین صاحب نے میاں صاحب موصوف کو ایک طویل خط ایروگرام کی صورت میں ناظم مجلس علمی (بیت الحمد) کراچی کے پتہ پر ارسال فرمایا۔ اس کے بعض ضروری حصے ذیل میں نقل کئے جا رہے ہیں۔

**﴿مکتوب﴾**

قادریہ نشیمن، ترب بازار، حیدآباد دکن (انڈیا)

مکرمی جناب مولانا محمد بن موسیٰ میاں صاحب۔ دام مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ، امید کہ آں محترم بخیریت ہوں گے۔ عجیب اتفاق کہ استاذ محترم مولانا مناظر احسن گیلانی صاحب سے نیاز حاصل کرنے کے لئے میں حیدر آباد دکن سے گیلان پہنچا، ٹھیک اسی وقت ہوائی ڈاک سے ۱۰راپریل کو آپ کا عنایت نامہ گیلانی صاحب کے نام پہونچا۔ مولانا نے عنایت نامہ پڑھ کر سنایا کہ آں محترم اور آپ کی مجلس علمی کو مصنف عبدالرزاق کی اشاعت سے دلچسپی ہے۔ گیلانی صاحب کی خدمت میں ایک ہفتہ رہا وہاں سے پٹنہ اور کلکتہ میں ٹھہر کر یکم رمضان کو بلدہ پہنچا۔ گزشتہ ہفتہ آں محترم کی خدمت میں رجسٹری بک پوسٹ کے ذریعہ--- اور صحیفہ ہمام ابن

منبہ کا اردو ترجمہ روانہ خدمت کیا ہے۔ صحیفہ ہمام حدیث کی قدیم ترین کتاب ہے جس کو خاکسار کے قریبی رشتہ دار ڈاکٹر محمد حمیداللہ صاحب نے ایڈٹ کیا ہے۔ موصوف اس وقت پیرس یونیورسٹی میں اسلامک اسٹڈیز کے پروفیسر ہیں۔

آگے لکھتے ہیں: ''آج ہی خاکسار کے نام گیلانی صاحب کا ایک عنایت نامہ موصول ہوا ہے بعد سلام لکھا ہے کہ امید ہے کہ جوہانسبرگ سے خط و کتابت کا سلسلہ آپ نے شروع کر دیا ہوگا''--- اس کے بعد ڈاکٹر یوسف الدین صاحب نے اور باتوں کے علاوہ مصنف کو دائرۃ المعارف دکن سے شائع کرانے کی صورت میں اخراجات کا مکمل گوشوارہ بھی تحریر کر دیا ہے۔ اور ضروری حساب کتاب شرائط بھی۔

والسلام

مخلص محمد یوسف الدین

جناب ڈاکٹر یوسف الدین صاحب کی طرف سے موصول ہونے والے خط کی متابعت میں جب مولانا محمد بن موسیٰ میاں صاحب نے ''مولانا'' ڈاکٹر حمیداللہ صاحب کو پیرس خط لکھ کر یاد کیا تو ڈاکٹر حمیداللہ صاحب نے اپنے گرامی نامہ، (مورخہ ۸صفر ۱۳۷۵ھ) میں مولانا محمد بن موسیٰ میاں صاحب کو تحریر فرمایا:-

**﴿مکتوب﴾**

4, Rue de Tourman

Paris VI Frama

۸ صفر ۱۳۷۵ھ

مخدوم و محترم زاد فیضکم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہ، اس وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کر دی۔ ابھی ابھی صبح کی ڈاک میں نوازش نامہ ملا، سرفراز کیا۔

میں جامعہ مالس میں پروفیسر ہوں نہ جامعہ استانبول میں۔ معلوم نہیں کیوں بعض لوگوں کو مبالغہ آرائیوں میں لطف آتا ہے اور نادانستہ و ناخواستہ بے قصوروں کو نادان دوست کی طرح نقصان پہنچا دیتے ہیں۔ پیراں نمی پرند مریداں می پرانند جناب کے مکتوب موسومۂ جامعہ پالس کا یہی عذر ہے اور العذر عندکرام الناس مقبول۔

جناب سے کراچی میں ملاقات ہوئی تھی، اس وقت کی یادگار کا ابھی نیچے ذکر کروں گا۔ بعد ازاں مشیت الٰہی اور رزق نے کشاں کشاں مجھے پا الس پہنچایا تو پانچ سال کے قریب ہوتے ہیں۔ میں نے جناب کو کراچی کے پتہ پر ایک خط لکھا تھا (اور کراچی سے جواب آیا تھا کہ وہ خط جوہانسبرگ بھیج دیا گیا) اس خط میں میں نے اپنے مشغلوں اور تجویزوں کی اطلاع دی تھی۔

اس اثناء میں یہیں باالیس مقیم رہا۔ جناب کے معطیہ فونٹن پن سے کام لے کر فرانسیسی زبان میں سیرت پاک نبویہ پر ایک ضخیم کتاب لکھی جو ٹائپ کے ہزار صفحوں میں آئی ہے۔ اسے ایک مقامی ناشر نے قبول کر لیا ہے۔ ان شاء اللہ چند ماہ میں چھپ جائے گی فجزاکم اللہ خیرالجزاء۔

پارس میں چار لاکھ سے زائد مسلمان ہیں۔ بہت سے تو ان پڑھ مزدور ہیں۔ بہرحال گزشتہ پانچ سال سے ان کی ہم نے ایک ثقافتی انجمن بنائی ہے۔ ایک ماہوار دینی (فرانسی) رسالے کی تجویز ہے۔ آنے پائی کا چندہ جمع ہو رہا ہے۔ الحمدللہ اب تک آٹھ سو پونڈ فراہم ہو گئے ہیں۔ دو ہزار پونڈ پر توکل علی اللہ کام شروع کرنے کا قصد ہے۔

یہاں اشاعت دین بھی الحمدللہ ہو رہی ہے۔ گزشتہ ایک مہینے میں تین چار یوروپی مسلمان ہوئے ہیں، فرانسی بھی، جرمن بھی، فرانسیوں میں ایک سپاہی ہے جو الجزائر کی فوجی کارروائیوں سے اتنا متاثر ہوا کہ اپنے ہم قوموں سے روحانی طور پر باغی ہوکر اسلام کے سایۂ عاطفت میں آ گیا۔ ثبت اللہ قدمہٗ۔

مصنف عبدالرزاق کے متعلق جناب نے جو خالصۃ لوجہ اللہ پیشکش کی ہے --------

ڈاکٹر صاحب کے خط میں دوسرے صفحہ کا مضمون یہ ہے:-

''اس سے میں بے خبر نہیں ہوں۔ ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کند، ان اجرکم الا علی اللہٗ۔

عبدالرزاق کے استاذ معمر بن راشد کی کتاب الجامع کے بھی دو مخطوطے ترکی میں ملے ہیں، اس کے بھی دو ڈھائی سو ورق ہیں۔

آجکل حجۃ اللہ البالغہ کا فرانسی ترجمہ کر رہا ہوں، نیز انساب الاشراف للبلاذری کی جلد اوّل ایڈٹ کر رہا ہوں جو عہد نبوی سے متعلق ہے اور ساڑھے چار سو صفحوں میں آئی ہے۔ یہ آخر الذکر ان شاء اللہ جلد مصر میں چھپے گی۔ متقدمین کی نادر یادگار ہے''۔

''اور بھی متعدد نوادر حدیث وغیرہ کے متعلق پاس ہیں۔ ان شاء اللہ رفتہ رفتہ ان پر بھی کام مکمل ہوتا جائے گا۔ نوادر میں ایک اور چیز ابن رشد کی ''نہایۃ المقتصد'' ہے جو بخط ابن العربی الفقیہ ہے۔ بدایۃ المجتہد کے بعد کی اور اس سے مفصل تر تالیف ہے''۔

میرے نام کا انگریزی املا یہ ہے

HAMIDULLAH

ڈبل ای (ee) پر ڈاکیا بدکتا ہے۔

نیازمند
محمد حمیداللہ

-----------

مجلس علمی کراچی میں مولانا محمد بن موسیٰ اور دوسرے حضرات کے مابین خط و کتابت کا (تقریباً تین سو خطوط پر مشتمل) جو ریکارڈ موجود ہے، اس میں ڈاکٹر حمیداللہ صاحب کے مندرجہ بالا خط سے متصل ایک اور مکتوب جو اتفاقاً غیر مورخہ ہے لیکن ڈاکٹر صاحب کے دستخط اس پر ثبت ہیں۔ مندرجہ ذیل مضمون کا حامل ہے اور مجلس علمی سے ڈاکٹر صاحب کی گہری دلچسپی کا تسلسل ظاہر کرتا ہے۔ وہ رقمطراز ہیں:-

''ایک اور اطلاع سے جو غالباً میں نے سابقہ خط میں نہ دی تھی مسرت ہوگی۔ مراکش کے ایک پرانے مؤلف الخزرجی نے ایک بڑی دلچسپ اور انوکھی کتاب لکھی تھی۔ **تخریج الدلالات السمعیہ علیٰ ماکان من الحرف والصنائع علی العهد النبوی فی المدینة المنورة.** اس کا واحد نسخہ ترکی میں تھا۔ ممکن ہے ختم سال ہجری رواں سے قبل چھپ جائے۔ اشاعت پر ضرور ملاحظہ کے لئے ارسال کی جائے گی۔ بعض احباب کوشش کر رہے ہیں کہ ابن رشد کی نہایۃ المقتصد کی (جو بدایۃ المجتہد سے بھی بلند تر چیز ہے) طباعت کے لئے الجزائر سے رقم حاصل کریں۔ جناب کی لوجہ اللہ عنایت کا مکرر شکریہ عرض کرتے ہوئے بارگاہ الٰہی میں دعا گو ہوں کہ جناب اور اہل و عیال کو ہمیشہ حسنات دارین سے سرفراز فرماتا رہے۔ ہماری انجمن کے قریب میں سالانہ انتخابات ہوں گے پھر نئی مجلس عاملہ کا اجلاس ہوگا۔ غالباً مجلس عاملہ جناب کی خدمت میں ہدیۂ تشکر کی قرارداد روانہ کرے گی۔ تاآں دم صرف خازن کی رسید پر اکتفا کرتا ہوں''۔

خادم
محمد حمیداللہ

بہرحال بانی مجلس علمی (مولانا محمد بن موسیٰ میاںؒ) اور ڈاکٹر حمیداللہ کے مابین جو خط و کتابت ہوئی اور جو مجلس علمی کراچی میں محفوظ ہے۔ اس پر ایک نظر ڈالنے سے ہی چند باتیں نمایاں طور پر سامنے آتی ہیں:

۱۔ اوّل یہ کہ خطوط کو لکھنے کے لئے ڈاکٹر صاحب نہ کاغذ کے انتخاب میں کوئی خاص اہتمام فرماتے ہیں، نہ یہ دیکھتے کہ اعلیٰ ہے یا ادنیٰ، موٹا ہے یا پتلا، سفید ہے یا رنگین، سادہ ہے یا لائن والا۔ لیٹر ہیڈ کا بھی کبھی التزام نہیں فرمایا، نہ مہر کا تکلف کیا نہ املا یا ٹائپ کا۔ جو کاغذ جب میسر آیا، اس پر ہی بے تکلفی سے اظہار مدعا کر دیا۔ مولانا محمد بن موسیٰ ہمیشہ لیٹر پیڈ پر لکھتے ہیں، کبھی خود لکھتے اور کبھی املا کراتے تھے۔

۲۔ مولانا محمد بن موسیٰ میاں اکثر و بیشتر ڈاکٹر صاحب کو مخاطب کرنے میں ''مولانا'' ضرور لکھتے تھے۔ جبکہ ڈاکٹر صاحب اکثر و بیشتر تخاطب میں نام لکھنے سے احتراز فرماتے ہیں اور ''مخدوم و محترم'' پر اکتفا کرتے ہیں۔ خط کا اختتام فرماتے ہوئے نیازمند، خادم وغیرہ تحریر فرماتے اور مولانا محمد بن موسیٰ میاں زیادہ تر اختتام ''احقر'' سے فرماتے تھے۔

۳۔ ڈاکٹر حمیداللہ صاحب اور مجلس علمی کے مابین خط و کتابت کا ایک دور تو وہ ہے جس میں خط و کتابت کا سلسلہ ۱۹۵۵ء میں ڈاکٹر صاحب کے خط سے شروع ہوتا ہے جو انہوں نے مولانا محمد بن موسیٰ صاحب کو لکھا اور پھر یہ سلسلہ وقتاً فوقتاً بانی مجلس علمی کی وفات (۱۶/اپریل ۱۹۶۳ء/ذی قعدہ ۱۳۸۲ھ) تک جاری رہا جبکہ دوسرا دور وہ ہے جبکہ ان کی وفات کے بعد ان کے جانشین سے خطوط کا تبادلہ ہوتا رہا۔

۴۔ قلم و قرطاس کا یہ ریکارڈ ظاہر کرتا ہے کہ ڈاکٹر حمیداللہ صاحب اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود مجلس علمی کے کاموں میں برابر دلچسپی لیتے رہے اور مختلف معاملات پر حسب موقع رہنمائی، مشاورت، تنقید، تبصرہ، قدردانی، اور حوصلہ افزائی سے سرفراز کرتے رہے۔ ان خطوط سے ڈاکٹر صاحب کی قرآن و حدیث اور سیرت سے صرف دلچسپی ہی ظاہر نہیں ہوتی بلکہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کی فکرونظر کا محور یہی موضوعات تھے اور اس بارے میں وہ وسیع الاطلاع بالغ نظر عالم و محقق ہی نہیں خاموش مجاہد و مبلغ کی حیثیت بھی رکھتے تھے۔ دین و ایمان ہی ان کے نزدیک تمام تر اہمیت رکھتا تھا۔ علاوہ ازیں ان کے کسی خط سے فخر و غرور نہیں جھلکتا بلکہ خاکساری و فروتنی کا اظہار نمایاں رہتا ہے۔

ان خصوصیات اور ان کے کردار کی دوسری خوبیوں کا اندازہ ڈاکٹر صاحب اور مولانا محمد بن موسیٰ کے درمیان خط و کتابت سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ جس کا کچھ نمونہ ہم پیش کر چکے اور کچھ مثالیں آگے آ رہی ہیں۔

مجلس علمی کراچی کی علمی و فکری مطبوعہ کاوشوں میں اگرچہ اردو اور عربی کی متعدد کتابیں منظرعام پر آئیں (مثلاً اُردو میں تذکرہ سلیمان، مقالات احسانی، مسئلہ روح و نفس، اکفارالملحدین کا اردو ترجمہ وغیرہ اور عربی میں عتبات، عقیدۃ الاسلام، **اکفار الملحدین نفحۃ العنبر وغیرہ**) لیکن غالباً مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کی اردو تصنیف ''تدوین حدیث'' پہلی کتاب ہے جو ۱۹۵۶ء میں زیور طبع سے آراستہ ہوئی۔ اس کا ایک نسخہ ڈاکٹر حمیداللہ صاحب کی خدمت میں بھیجا گیا۔

ڈاکٹر حمیداللہ صاحب نے موصول ہوتے ہی اسے بالاستیعاب پڑھا اور ''مجلس علمی کا تازہ کارنامہ'' قرار دیا لیکن سہو و خطا کی نشاندہی بھی فرمائی۔ ان کا پورا خط خود ڈاکٹر حمیداللہ صاحب کے ان کے اپنے کارناموں کا آئینہ دار اور لائق توجہ ہے جو درج ذیل ہے:۔

**(مکتوب)**

Mahmmdiya Oteli, Cenbertitas,

Istanbul, Turkey

۲۴رشعبان المعظم ۱۳۷۶ھ

مخدوم، محترم زاد مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ، عرصہ دراز کے بعد یہ سطریں تحریر کر رہا ہوں، امید کہ جناب اور اہل و عیال سب خیر و عافیت سے ہوں گے۔ اس عرصہ میں بیکار نہ رہا۔ الحمدللہ فرانسیسی میں سیرت نبوی ہزار صفحوں میں مکمل کر چکا ہوں۔ پانچ سو صفحوں میں، سیرت النبی للبلاذری کو ایڈٹ کر کے مطبع روانہ کیا، بعض دیگر کام بھی ہوئے۔ میں اب چار پانچ دن سے ترکی آیا ہوا ہوں۔ استانبول یونیورسٹی نے تین ماہ درس دینے کی دعوت دی ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ماہ جون میں مکرر فرانس واپس چلا جاؤں گا۔

آپ کو یہ سن کر مسرت ہوگی کہ اسلام کے متعلق ''ڈاک پر درس'' کا کام مکمل ہو چکا ہے۔ پانچ سات کرم فرماؤں کی وعدہ خلافی سے کام میں دیری تو ہوئی لیکن کل امرِ مرھون باوقاتھا۔ پندرہ باب میں یہ تالیف مکمل ہوئی ہے۔ انگریزی اڈیشن تو چھپنے کے لئے مطبع کو بھیج بھی چکا ہوں۔ فرانسیسی متن میرے پاس پاریس میں چلنے کے وقت ٹائپسٹ کے پاس تھا ان شاء اللہ وہ بھی جلد تیار ہو جائے گا۔

حسب ذیل باب ہیں:-

عقائد، عبادات، تصور حیات، سیرت نبویہ، تعلیمات اسلامی (قرآن و حدیث) کا قابل اعتماد طور سے ہم تک پہنچنا، اخلاق، تصوف، نظام حکومت، نظام قانون، نظام اقتصاد، عورت ذمّی، مسلمانوں کی خدمت علوم و فنون، تاریخ اسلام، مسلمانوں کی حیات روزمرہ۔ اس کے علاوہ ضمیمہ میں نماز کی دعائیں (عربی و انگریزی ہر دو خط میں نیز ترجمہ) ۲۰۰۰ء تک عیدین وغیرہ کی انگریزی سنہ میں تاریخیں وغیرہ۔ غرض ایک نقش اوّل ہے خدا قبول فرمائے اور برکت دے آئندہ اڈیشن میں مزید اصلاحیں اہل علم کی تنقید کی روشنی میں کی جا سکتی ہیں۔ ٹائپ کے (۲۰۸) صفحے ہوئے ہیں۔

انگریزی اڈیشن کو چھاپنے کے لئے یوسف الدین صاحب کے پاس حیدر آباد بھیجا ہے، جیسے ہی طباعت مکمل ہوگی، جناب کے ملاحظے کے لئے چند نسخے بھیجے جائیں گے۔ جناب کی طبیعت سے ڈر لگتا ہے۔ اس لئے احتیاطاً ایک چیز عرض کرتا ہوں کہ براہ کرم کوئی رقم ترکی نہ بھیجی جائے۔ یہاں سے باہر پہنچانا ناممکن ہے۔

ابھی ابھی کراچی سے مجلس علمی نے اپنا تازہ کارنامہ ''تدوین حدیث'' مولفہ مولانا مناظر احسنؒ روانہ فرمایا ہے۔ اس کے صفحات ۷۴ تا ۷۷ میں ایک فاحش غلطی ہو گئی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ ۱۱۰ھ میں ابوالطفیلؓ کا انتقال ہوا''۔ جس کا مطلب یہی ہوا کہ آنحضرتؐ کے بعد ایک سو بیس سال تک حضرت ابوالطفیل زندہ رہے۔ سرور کائنات ﷺ کی وفات سنہ ۱۱ھ میں ہوئی تو حضرت ابوالطفیل سن ۱۱۰ھ میں یعنی سرور کائنات ﷺ کے ۹۹ سال بعد فوت ہوئے نہ کہ ۱۲۰ سال بعد۔ اس کے بعد تیس صحابہ کی فہرست میں سنہ ہجری میں سے دس یا گیارہ سال حذف کر کے آنحضرت کے بعد زندہ رہنے کی مدت بتانے کی جگہ سنہ ہجری میں دس سال بڑھا کر بتایا گیا ہے(۷)۔ اس سہو کی موجودہ نسخوں میں صحت نامہ لگا کر تلافی کی جا سکتی ہے۔ یاد رہے کہ خود ایک حدیث شریف میں صراحت ہے کہ آنحضرت کے سو برس بعد روئے زمین پر اس وقت کا زندہ شخص باقی نہ رہے گا۔ سب سے طویل العمر صحابی ابوالطفیل ۹۹ سال رہ سکتے ہیں ۱۲۰ سال نہیں۔

کاش مجلس علمی کی ختم شدہ کتابیں مکرر چھاپی جائیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب کی ازالۃ الخفاء کا مکرر اڈیشن بھی اچھی چیز ہو۔

نیازمند

محمد حمیداللہ

-----------

مصنف عبدالرزاق کی دریافت، جمع و تدوین، تصحیح، تبویب، تحشیہ، ترتیب و تعلیق اور پھر طباعت و اشاعت کے انتظامات کا خط و کتابت میں بہت کافی چرچا ہے اور اس حوالہ سے محترم ڈاکٹر حمیداللہ صاحب سے بھی مجلس علمی کی طرف سے بار بار رجوع کیا گیا۔ مصنف کی ایڈیٹنگ کا جو کام ڈاکٹر یوسف الدین صاحب (دکن) نے شروع کیا تھا، اس میں مولانا محمد بن موسیٰ میاں کا دلچسپی لینا ناگزیر تھا۔ چنانچہ موصوف کے اسی ذوق و شوق کے پیش نظر ڈاکٹر یوسف الدین صاحب میاں صاحب کو اپنے خط مورخہ ۴ مئی ۱۹۵۵ء میں مصنف کی طباعت کے سلسلہ میں اخراجات کا ایک گوشوارہ روانہ کر چکے تھے۔ یہ معاملات کچھ آگے بڑھے تو ڈاکٹر یوسف الدین صاحب نے ناظم مجلس علمی کراچی کو ایک خط لکھا جس کا عکس ذیل میں دیا جا رہا ہے۔ جسے صاف پڑھا جا سکتا ہے۔ ہمیں لکھنے کی ضرورت نہیں:

**(مکتوب)**

بسم اللہ

99 Arts College
Osmania University, Hyderabad

مکرمی جناب مولوی محمد طاسین صاحب دام مجدکم، ناظم مجلس علمی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ، امید کہ آن محترم بخریت ہوں گے، دو ہفتہ قبل الحاج مولانا محمد موسیٰ میاں صاحب ساکن جوہانسبرگ کی خدمت میں مصنف عبدالرزاق کا ایک صفحہ نمونہ کے طور پر ارسال کیا گیا ہے۔ صاحب موصوف کے جواب کا انتظار ہے۔ جواب آتے ہی باقاعدہ طباعت شروع کر دی جائے گی اور آں محترم کو بھی طباعت کی رفتار سے باخبر رکھا جائے گا۔ فی الحال آپ کی خدمت میں بھی ایک نمونہ ارسال کیا جا رہا ہے۔ نیز رسالہ برہان کا ایک نوٹ بھی مرسل خدمت ہے۔

والسلام فقط
مخلص
محمد یوسف الدین
ریڈر عثمانیہ یونیورسٹی

-----------

ڈاکٹر یوسف الدین صاحب نے اپنے (مندرجہ بالا خط میں برہان کے جس نوٹ کا حوالہ دیا ہے

وہ پروفیسر سعید احمد اکبرآبادی کے قلم سے ''نظرات'' کے تحت رسالہ برہان میں اگست ۱۹۵۶ء (جلد ۳۷ شمارہ ۲۵) میں شائع ہوا۔ وہ نوٹ حسب ذیل ہے:-

''مصنف عبدالرزاق علم حدیث کی نہایت اہم اور ضخیم کتاب ہے اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہی ہو سکتا ہے کہ اس کے جامع (از ۱۲۶ تا ۲۱۱ھ) امام احمد بن حنبلؒ کے استاد اور امام بخاری کے استاذ الاستاذ ہیں۔ حضرتنا الاستاذ مولانا محمد انور شاہ الکشمیری کو اس کتاب کی طباعت کا اس درجہ اشتیاق تھا کہ اب سے تقریباً اٹھائیس برس پہلے آپ نے دہلی میں نظام حیدر آباد سے ملاقات کی تو دوران گفتگو میں اس کتاب کا خاص طور پر ذکر فرمایا اور درخواست کی کہ دائرۃ المعارف کی طرف سے اس کی اشاعت کا انتظام کیا جائے لیکن افسوس ہے کہ حضرت شاہ صاحب دنیا سے تشریف لے گئے اور اس کتاب کی اشاعت کا کوئی سامان نہیں ہوسکا، لیکن کسے خبر تھی کہ حضرت مرحوم کی یہ تمنا اس طرح پوری ہوگی کہ خود ان کے ایک نامور شاگرد کا شاگرد اس کی تصحیح و ترتیب کرے گا اور ایک دوسرا شاگرد اپنے فیض کرم سے اس کی اشاعت کا بندوبست کرے گا۔ حیدر آباد کے مشہور فاضل ڈاکٹر محمد یوسف الدین جو مولانا سید مناظر احسن گیلانی کے تلمیذ رشید ہیں اور اس حیثیت سے حضرت شاہ صاحب کے تلمیذ التمیذ ہوئے، عرصہ سے اس اہم علمی کارنامہ کی انجام دہی میں مصروف تھے۔ اب موصوف کے خط سے یہ معلوم کر کے بڑی خوشی ہوئی کہ یہ کام تکمیل کو پہنچ چکا ہے اور اس کی طباعت بھی شروع ہو چکی ہے جو چار جلدوں میں تمام ہوگی اور ہر جلد میں پانچ سو صفحات ہوں گے اور اصل متن کے علاوہ حاشیہ میں حدیث کی دوسری کتابیں مسند امام احمد بن حنبل، صحیح بخاری، مسند دارمی، موطا امام مالک، مصنف ابن ابی شیبہ اور مسند ابی عوانہ وغیرہ کے حوالے بھی درج ہوں گے۔ ہم حلقہ بگوشان بارگاہِ انوری کے لئے یہ خبر بھی کچھ کم باعث مسرت اور لائق فخر نہیں کہ اس اہم کتاب کی اشاعت کا سروسامان بھی مولانا گیلانی کی تحریک پر حضرت شاہ صاحب کے اسی دریا دل شاگرد رشید نے کیا ہے جس کے فیض کرم و عطا سے فیض الباری ایسی اہم کتاب چار جلدوں میں مصر سے شائع ہو چکی ہے۔ **فجزاهم الله تعالیٰ جزاء خیرا.**

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مصنف کی اشاعت کا منصوبہ مجلس علمی کے تحت اس وقت روبہ عمل نہیں آ سکا اور چند در چند مشکلات وسائل کی بناء پر التوا کا شکار ہوگیا اور غالباً مولانا محمد بن موسیٰ میاں اس کوشش میں لگے رہے کہ مصنف کے متن کے بارے میں اطمینان کلی حاصل ہو جائے اور مختلف مخطوطات اور نسخوں سے تقابل اور پائے جانے والے خلاء کو پُر کر کے نصوص کے تعین اور تعلیقات و حواشی کے بعد زیادہ مستند و مفصل طریقے سے شائع کیا جائے۔ اس سلسلے میں کئی سالوں کی تعویق

قابل فہم ہے۔ چنانچہ ناظم مجلس علمی کو اپنے ایک خط (مورخہ ۱۱ نومبر ۱۹۵۹ء) میں مولانا محمد بن موسیٰ میاں (اپنے پوتے عبدالرحمٰن کو املا کراتے ہوئے) ہدایت فرماتے ہیں کہ: ''---- عریضہ کے ہمراہ (۱) ڈاکٹر محمد حمیداللہ صاحب مدظلہ کے گرامی نامہ کی نقل، (۲) مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کے خطوط کی نقلیں، (۳) فتح المنان کی نقل، (۴) مصر کے خط کی نقل ملفوف ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے گرامی نامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کی تصحیح کے لئے رباط میں کوئی مستقل نسخہ میسر ہو۔ ان سے مزید دریافت حال کیا جائے گا تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ یہ کوئی مستقل نسخہ ہے یا نہیں۔ اگر مستقل نہ ہو تو پھر نقل حاصل کرنے کی کوئی تدبیر سوچی جائے گی ورنہ کم از کم ابتدائی خلا پُر کرنے کے لئے تو ایک اور راہ مل ہی جائے گی۔ مصر کے جواب سے بھی امید ہو گئی ہے آپ کی کوششوں کا کیا نتیجہ نکلا؟ کراچی میں مصر کے نئے سفیر حوصلہ مند معلوم ہوتے ہیں، ان کے ذریعہ کوشش کیجئے۔ صنعاء یمن میں تو اس وقت بڑی سختی ہو رہی ہے، اس لئے کسی کا آسانی سے جانا شاید نہ ہو سکے''۔

اس کے چند دن بعد ہی بانی مجلس علمی (۱۵ جمادی الاوّل ۱۳۷۹ھ/۱۷نومبر ۱۹۵۹ء کے مرقومہ خط میں) ڈاکٹر محمد حمیداللہ کو یہ تحریر املا کراتے ہیں:-

محترم و مکرم حضرت مولانا ڈاکٹر محمد حمیداللہ صاحب، دامت برکاتکم و عمت فیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ، ''کرم نامہ مورخہ ۲۱ ربیع الثانی نے ممنون فرمایا جزاکم اللہ۔ آپ کا فرانسیسی ترجمہ قرآن مع مقدمہ بفضلہٖ تعالیٰ طبع و شائع ہو گیا اچھا ہوا کہ اس کی تجلید کا انتظام بھی فرما لیا گیا''۔ پھر فرماتے ہیں: ''آپ کا حج کا رسالہ مختصر ہے اگر اس کو انگریزی میں منتقل کیا جائے تو ان شاء اللہ اس سال یہاں سے جانے والے حاجیوں کے کارآمد ہو۔ واللہ الموفق''۔

''رباط میں مصنف کے قلمی نسخہ کی اطلاع نے بھی ایک اور ذریعہ تتمیم و تصحیح کی نشاندہی کی۔ استنبول والے نسخہ کی ابتدا باب غسل الذارعین سے ہے، اگر کچھ نہیں تو صرف اس ابتدائی نقص کا کوئی انتظام خواہ بذریعہ قلمی یا نقل یا مائیکروفلم ہو جائے تو مجلس علمی بہت ہی شکرگزار ہوگی۔ اس کے لئے جو بھی صفحہ ہو بندوبست فرما کر احسان فرمایئے گا اور اگر حاصل ہو جائے تو راست کراچی ارسال فرما دیں۔ **واللہ یجزیکم خیر و یزیدکم من فضلہ.**

''آپ کی وسیع اطلاع کی بناء پر ایک مخلص نے تو یہ لکھا تھا کہ آپ کے عزیز اوقات میں مخطوطات کی حفاظت کے لئے ریسرچ کی رہنمائی کے لئے کچھ نہ کچھ وقت طلب کرنا چاہئے، اللہ تعالیٰ ایسا ہی مقدر فرمائے کہ آپ کو اس کے لئے بھی فرصت مل سکے''۔

مقالات احسانی حاضر خدمت ہوکر پسند خاطر ہوتی ہوگی، مولانا غلام محمد صاحب کی نئی کتاب ''تذکرہ سلیمانی'' چھپ رہی ہے، ان شاء اللہ وہ بھی حاضر خدمت ہوگی۔

''مجلس کے کاموں کے لئے دعوات صالحہ کی درخواست ہے''

والسلام

احقر

محمد بن موسیٰ میاں

بانی مجلس مولانا محمد بن موسیٰ میاں صاحب پھر چند دنوں کے بعد ہی ناظم مجلس علمی کراچی کے لئے ایک خط (۲۴رنومبر ۱۹۵۹ء/۲۲ جمادی الاوّل۷۹-ھ کو اپنے پوتے عبدالرحمٰن سے لکھواتے ہیں جس میں ایک پیراگراف کا مضمون یہ ہے:

''ڈاکٹر محمد حمیداللہ صاحب مدظلہ کا کرم نامہ ابھی موصول ہوا جس کی نقل ملفوف ہے۔ آپ راست ان کی خدمت میں مصنف عبدالرزاق کے بارے میں تمام تفصیل لکھ دیں اور آپ کے اس مکتوب کی نقل یہاں بھیجیں۔ انہوں نے جو باتیں دریافت کی ہیں ان کے جوابات بھی لکھ دیں۔ ڈاکٹر صاحب مدظلہ کے لئے مقالات احسانی گئی ہے؟''---

۲ردسمبر ۱۹۵۹ء/ جمادی الآخر ۱۳۷۹ھ کو بانی مجلس نے ڈاکٹر حمیداللہ صاحب کی خدمت میں ایک طویل خط (دو صفحات پر مشتمل) املا کرایا جس کے اقتباسات درج ذیل ہیں:-

محب محترم و مخلص مکرم جناب مولانا ڈاکٹر محمد حمیداللہ صاحب،

وفقنا اللّٰہ وایاکم کما یحب و یرضیٰ

''کرم نامہ مورخہ ۱۹ جمادی الاوّل نے شرف بخشا، رباط فروری میں جانے کے قصد کی اطلاع سے مسرت ہوئی۔ وہاں آپ کے اور بھی دینی علمی کام ہوں گے۔ مصنف عبدالرزاق کے بارے میں تفصیل تو ان شاء اللہ کراچی سے آپ کی خدمت میں پہنچے گی۔

باب مسح علی الرأس (باب غسل الزراعین کے متصل بعد ہے) اس سے پہلے صحیح بخاری شریف میں (۲۱) مسلم شریف میں (۱۳) ترمذی شریف میں (۲۰) نسائی شریف میں (۹۳) ابو داؤد شریف (۱۱۸) ابن ماجہ (۱۶۷) حدیثیں ہیں۔ اس اندازے سے شاید مصنف میں بھی کم و بیش سو حدیثیں ہوں گی اور ان دیکھے اتنا ہی تخمینہ ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔ مجھے حال تو رباط پہنچ کر ہی ہوگا۔ ہندوستان میں مصنف کے ناقص مخطوطے اکثر مدینہ طیبہ کے نسخہ کی نقلیں ہیں، البتہ استنبول کا مخطوطہ

پوری چار جلدوں کا ہے اس میں بھی ابتدائی جلد (باب غسل الزراعین) تک ہے، ایک اور بھی خلا ہے لیکن وہ مدینہ طیبہ والے نسخوں کی نقلوں سے پُر ہو جاتا ہے۔ معھد المخطوطات قاھرہ سے اب تک کوئی معاونت نہیں آئی اور یمن کے کامل نسخہ تک رسائی موجودہ حالات میں دشوار ہے۔ رباء کے مائیکروفلم کی اجرت تو بہت ارزاں معلوم ہوتی ہے اس لئے اگر آپ کو صحت وغیرہ امور پسند ہوں تو انکے مائیکروفلم ضرور مجلس علمی کے لئے حاصل فرما لیں اگر ممکن ہو تو بتیس (۳۲) ملیمیٹر کا فلم لیا جائے ورنہ جو کچھ بھی مل جائے۔ اگر آپ کی رائے سب نسخوں کے لئے نہ ہو تو کم از کم--- والے نسخے کی پہلی جلد کا مائکروفلم حاصل فرمالیں اور کم از کم ابتدائی خط تو ضرور ہی ملنا چاہیئے اسکی وجہ سے کام میں رکاوٹ ہو رہی ہے الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ سے مجلس علمی کے لئے اس مشکل کو آسان کرنے کی توقع پیدا فرما دی ہے۔ "واللہ بخیریکم خیراً و یریدکم فی حسناتکم---"۔

"اپنی فوری محرومی کی شکایت بیان کر دی تھی ورنہ بفضلہٖ تعالیٰ آپ کی ہر گھڑی علمی دینی کاموں میں صرف ہو رہی ہے۔ اور آپ کے موجودہ کاموں سے ایک لحہ کے لئے بھی آپ کو ہٹانا ہرگز مقصود نہ تھا"---

"آپ نے ازالۃ الخفاء کی طباعت کے لئے بھی اچھی رہنمائی فرمائی۔ اس کا اُردو ترجمہ دو جلدوں میں کراچی میں شائع ہوا ہے جس کے مختلف حصوں کی رفتہ رفتہ سماعت کر رہا ہوں۔ اصل فارسی کو بھی بہت صحیح چھپوانا ضروری ہے۔ اس بارے میں مجلس علمی کو لکھ دیا ہے کہ وہ نایاب مطبوعہ نسخے کہیں سے بھی حاصل کر لیں، اگر یہ مل گیا تو ان شاء اللہ آپ کے مشورہ سے ایڈیٹنگ اور طباعت کی خوبیوں کے ساتھ چھپوانے کا بتوفیقہ تعالیٰ انتظام ہو جائے گا۔ اہل علم کی اور کہیں کہیں سے بھی طلب ہوتی ہے۔ حضرت الاستاذ مولانا محمد انور شاہ صاحب نے اس کو اتنا اہم سمجھا تھا کہ اس کا عربی ترجمہ بھی کرایا تھا۔ فرماتے تھے کہ اس موضوع پر عربی زبان میں کوئی کتاب ان کے علم میں نہیں ہے۔ یہ عربی ترجمہ کسی "دزد باطن کہ نامش دبیر" نے مجلس سے غائب کر دیا۔ انا للہ"۔

مولانا محمد بن موسیٰ میاں صاحب نے اگلا خط پندرہ دن بعد ناظم مجلس علمی کراچی کو (۱۴ دسمبر ۱۹۵۹ء کے) ۲ صفحے کے طویل خط میں ڈاکٹر حمیداللہ صاحب کے حوالہ سے یہ تحریر کروایا: "محترم مولانا ڈاکٹر محمد حمیداللہ صاحب مدظلہ کی خدمت میں جو عریضہ لکھا گیا ہے اس کی نقل ملفوف ہے۔ اگر مصنف کے خلاؤں کی تفصیل اور دیگر حالات اب تک نہ لکھے ہوں تو خوب وضاحت سے لکھ دیں۔ ان کے لئے مقالات احسانی بن گئی ہو تو وہ بھی فوراً بھیج دی جائے"۔

مصنف عبدالرزاق کے سلسلہ میں تمام تر تگ و دو کے بعد صورت حال یہ ہوئی کہ نہ تو اس کی اشاعت مولانا مناظر احسن گیلانی کے سامنے ہوسکی، نہ یہ کتاب خود بانی مجلس مولانا محمد بن موسیٰ میاں کی زندگی میں زیور طبع سے آراستہ ہوسکی۔ [بلکہ ان کی وفات کے بعد ان کے جانشین اور صاحبزادے مدیر مجلس علمی الحاج مولانا ابراہیم (بن محمد موسیٰ میاں) صاحب کے زمانہ میں اس کا پہلا ایڈیشن (بیروت سے طبع کرا کے) ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء میں (منشورات مجلس علمی نمبر ۳۹ کے تحت) شائع ہوا](۸)۔ مگر ہاں اس دوران ایک اور بڑا کام جو مجلس علمی کے تحت اس وقت ڈاکٹر محمد حمیداللہ صاحب کی ادارت، تعلیقات و حواشی سے مرصع ہو کر انجام پذیر ہونے والا اور آخری مراحل میں تھا یعنی سنن سعید بن منصور (م۲۲۷ھ) کی اشاعتِ فاخرہ کا کام(۹)۔ اس موقع پر ۲ شوال ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۲ء کو ڈاکٹر حمیداللہ صاحب نے ایک خط مولانا محمد بن موسیٰ کو ترکی سے روانہ کیا۔ اس خط کی نقل ہدیہ ناظرین ہے۔ نیز بطور یادگار اس کا جزوی عکس بھی پیش کیا جا رہا ہے:-

**(مکتوب)**

سپاہی پالاس Sapahipalas
جیرِی طاش Cenberitas
استانبول Istambol
۲ر شوال ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۷ء

مخدوم و محترم زادمجدکم و فیضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ، آب و دانے کی کشش نے بالآخر استانبول میں کھینچ بلایا۔ الحمدللہ علی کل حال۔ اوّلاً آپ سب کی خدمت میں عید کی مبارک باد عرض ہے۔ خدا مسلمانوں کی ابتلاء و آزمائش کو جلد ختم فرمائے۔ وھو ارحم الراحمین۔

کتاب سنن سعید بن منصور رحمۃ اللہ کا ٹائٹل بغرض اصلاح و ترمیم ملفوف ہے۔ سلسلۂ مجلس علمی میں اس اشاعت کا جو نمبر ہے وہ بھی اس پر ڈال دیا جائے تو مناسب ہے۔ سرورق پر مجلس کا نام اور پتہ ہے۔ البتہ ایڈیٹر کا نام یہاں سے حذف کر دیا گیا ہے۔ دیباچے میں آئے گا۔ ایک تجویز یہ ہے کہ ٹائٹل عربی اور انگریزی دونوں میں ہو تاکہ نشرواشاعت میں مدد دے۔ افسوس ہے کہ ترکی میں کسی خطاط سے میں واقف نہیں ہوں۔

کتاب کے مقدمہ کا مسودہ بھی ملفوف ہے۔ ارکان مجلس علمی ملاحظہ فرما کر تصحیح و اصلاح فرمائیں

اور بالآخر کسی اہل زبان عرب کی نظر سے بھی گزر جائے تو اچھا ہے۔

آخر میں اپنی ایک کوتاہی کا اعتراف اور اس کی توجیہ عرض ہے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے انساب الاشراف للبلاذری کا ایک نسخہ چھپتے ہی آں محترم کو روانہ کیا تھا۔ اب یاد نہیں پاریس سے یا براہ راست ناشر کے ہاں سے یعنی مصر سے۔ اگر نہ پہنچا ہو تو قصوروار ہوں۔ تلافی کے لئے پاریس واپس ہونے تک انتظار کرنا ہوگا۔ کیونکہ کتاب یہاں آئے تو یہاں سے نکل نہیں سکتی۔ ترکی قاعدہ یہ ہے کہ جو چیز ترکی میں چھپے اس کی برآمد ہو سکتی ہے، دوسری کتابوں کی برآمد نہیں ہوسکتی۔ رہا کتاب الذخائر والتحف وہ کوئی ایسی کتاب نہیں قصے کہانیاں ہیں۔ آں محترم کو دلچسپی ہو تو پاریس سے ضرور یہ بھی ارسال خدمت کروں گا مگر تجلید پاریس میں جھنجھٹ ہے۔

اصول فقہ لابی الحسین البصری المعتزلی بیروت میں چار جلدوں میں چھپے گی، ان شاء اللہ۔ اس کی تکمیل کو کئی سال لگیں گے کیونکہ ناشر (حکومت فرانس) کے بجٹ کی گنجائش کا لحاظ رکھتا ہے اس کا فرانسیسی ترجمہ بھی بیروت میں چھپے گا یونیسکو کی طرف سے اس کو بھی کئی سال لگیں گے۔

مکرر

ایک اور چیز کا جناب کو بھی خیال ہوگا احتیاطاً لکھتا ہوں:۔

(۱) بلاک اچھے بننے کے لئے ضروری ہے کہ فوٹو بھی اچھی حالت میں ہوں، اس لئے بلاک بننے سے پہلے فوٹوؤں کا استعمال بہت احتیاط سے ہونا چاہئے مثلاً نمبر ڈالنے میں اور کاتب سے نمبر لکھوانے میں وغیرہ۔

(۲) انڈکس میں حدیث نمبر کی صحت بڑی اہم چیز ہے۔ ضرورت ہے کہ انڈکس بناتے وقت میرے سامنے جو نسخہ ہو اس پر وہی نمبر ہوں جو کاتب صاحب آپ کے نسخے پر ڈالیں یعنی نمبر ڈالنے میں نہ مجھ سے سہو ہو اور نہ ان سے، اس کا کیا حل جناب تجویز فرماتے ہیں؟ ایک صورت یہ ہے کہ میں پاریس پہنچ کر اپنے نسخے پر نمبر ڈالوں اور پھر آپ کو لکھ بھیجوں کہ صفحہ نمبر۱ پر حدیث نمبر فلاں ہے، صفحہ نمبر۲ پر فلاں الی آخرہ اور وہاں کے نمبروں سے مقابلہ کرنے کے بعد مجھے اطلاع دیں کہ یہ صحیح ہے یا نہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ بلاک بننے کے بعد جو نمونے کا چربہ نکالا جائے گا اس کا ایک پورا سیٹ مجھے بھیج دیا جائے تاکہ میں اپنے فوٹوؤں پر نہیں بلکہ اس مطبوعہ نسخے بلکہ پروف پر انڈکس تیار کرنے کا کام کروں یا اور جو صورت مناسب معلوم ہو۔

خدا کرے آں محترم مع اہل و عیال کے بخیر و عافیت ہوں۔

نیازمند

محمد حمیداللہ

-----------

مولانا محمد بن موسیٰ میاں صاحب نے ڈاکٹر حمیداللہ صاحب کو آخری خط(۱۰) (اپنی وفات ۱۶/اپریل ۱۹۶۳ء سے تقریباً ایک ماہ قبل) ۱۸ شوال المکرم/ ۱۴ مارچ ۱۹۶۳ء کی تاریخ میں املا کرایا جس کے اقتباسات ہدیۂ ناظرین ہیں:-

محترم المقام مولانا ڈاکٹر محمد حمیداللہ صاحب۔ اللھم انی اسالک رضاک والجنۃ لی ولہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ، کرم نامہ مورخہ ۱۰ شوال نے ممنون کیا۔ جزاکم اللہ خیرا۔ آپ کا مرسلہ ہدیہ علمی ''مسلم کانڈکٹ آف اسٹیٹ'' وصول ہوا اور کتب خانہ المعہد الاسلامی و اٹرفال میں آپ کے نام سے درج کر لیا گیا۔ مرسلہ فرانسیسی کتاب ''تعارف اسلام'' وصول ہونے پر ان شاء اللہ داخل کتب خانہ کر لی جائے گی اور آپ کی یادگار رہے گی۔

(۱) آپ کی حسب ذیل کتابیں الحمدللہ کتب خانہ میں موجود ہیں:- ۱۔ صحیفہ ہمام ابن منبہ (عربی)، ۲۔ امام ابو حنیفہ کی تدوین قانون اسلامی، ۳۔ عہدِ نبوی کے میدانِ جنگ، ۴۔ سیاسی وثیقہ جات، ۵۔ Introduction to Islam، ۶۔ Shahifa Hammam English، ۷۔ Muslim Conduct of Islam۔

اناللہ افسوس کہ اپنی ہی غفلت سے آپ کی مرسلہ سیرت فرانسیسی اور ترجمہ قرآن مجید فرانسیسی طبع اوّل کتب خانہ سے نکل گئے اور اب ان کے واپس آنے کی امید بھی نہیں۔

(۲) سنن سعید بن منصور کے متعلق حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی صاحب کی خدمت میں درخواست کی گئی ہے۔ اُمید ہے کہ آپ کا مشورہ موافق ہی رہے گا۔ اقتباس حسب ذیل ہے: ''سنن سعید بن منصور'' کے متعلق آپ کا مشورہ معلوم ہوکر مسرت ہوئی۔ یہاں بھی رفقاء کا خیال ایسا ہی ہے کہ اصل فوٹو اسٹائی نسخہ صرف اخص خواص کے کام کا تبرکی نسخہ ہوگا اور اگر تصحیح شدہ ہلکے تعلیقات والانسخہ طبع ہوا تو وہ ہر طبقہ کے اہل علم کے نفع بخش ہو سکے گا، کام بھی زیادہ بڑا نہیں ہے۔ دو سو ڈھائی سو صفحہ پر آ جائے گا، اگر آپ ہمت فرمائیں تو محترم ڈاکٹر حمیداللہ صاحب بھی راضی ہیں اور

آپ کے حسنات میں ایک اور حدیثی خدمت آ جائے گی۔ حمیدی کے بعد یہ مختصر کام طباعت کے مرحلہ میں آ سکتا ہے۔ آپ کے جواب آنے پر یہاں سے یا کراچی سے مخطوطے کا عکس بھیجوا دیا جائے گا۔ مقدمہ اس وقت پیرس میں ہے وہ وہاں سے براست بذریعہ رجسٹرڈ پارسل بھیجا جا سکتا ہے''۔

(۳) حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کو یہ اطلاع ہوئی ہے کہ آپ المعتمد فرانس میں چھپوانے کا انتظام کر رہے ہیں۔ انہیں اس کا ایک نسخہ حاصل کرنے کا اشتیاق ہے۔ اس عاجز کو اس کے متعلق کوئی اطلاع نہیں ہے۔ اطلاع صحیح ہو تو ایک مجلد نسخہ ان کے لئے اور ایک مجلد نسخہ یہاں کے لئے بذریعہ بحری عادی ڈاک یہاں کے حساب میں ارسال کیا جائے اور اس کتاب کے بارے میں تفصیل لکھ کر اس ظلوم و جہول کو آ گاہی بخشی جائے۔ واللہ یجزیکم خیرا۔

(۴) سملک سے اطلاع آئی ہے کہ آپ کے لئے مسند حمیدی جلد اوّل کا ایک نسخہ بذریعہ عادی ڈاک ارسال خدمت کر دیا ہے۔ مسند حمیدی، عبقات وغیرہ ان جیسی نادر عربی کتابوں کے بھیجنے کے لئے مغرب و یورپ اسلامی ممالک کے چند مرکزی کتب خانوں کے پتوں کی ضرورت ہے۔ اگر قدر داں اداروں اور اہل علم کے پتے آپ کے پاس ہوں تو بھیج کر معاونت و احسان فرمائیں۔ ولکم الشکر الجزیل.

یہاں کے دور افتادہ مسلمانوں کے لئے اور ہم سب کے لئے دعوات صالحہ کی درخواست ہے۔ مولوی ابراہیم میاں سلمہ سلام مسنون عرض کرتے ہیں۔ ناکارہ عبدالرحمٰن کی جانب سے سلام مسنون قبول فرمائیں۔

والسلام، واللہ یحفظکم

احقر محمد بن موسیٰ میاں عفا اللہ عنہما

بقلم دعا کا متمنی عبدالرحمٰن میاں عفا اللہ عنہ

مجلس علمی اور ڈاکٹر محمد حمیداللہ صاحب مرحوم و مغفور کے درمیان ربط و ارتباط اور مخلصانہ تعاون بانی مجلس مولانا محمد بن موسیٰ میاںؒ کی وفات کے بعد بھی جاری و ساری رہا۔ چنانچہ خط و کتابت کے ذخیرہ میں میر مجلس مولانا ابراہیم صاحب کی طرف سے ڈاکٹر صاحب موصوف کو لکھے جانے والے عریضہ کا ایک اقتباس بصورت نوٹ دستیاب ہے اور دستخط شدہ ہے۔ اس کا مضمون درج ذیل ہے:-

''الحمدللہ اس سال عزیزی مولانا محمد طاسین صاحب حج و زیارت کے لئے موفق ہوئے

ہیں۔ اس لئے کراچی میں سنن سعید ابن منصور کے فوٹو آفسٹ کا ایک فرمہ نکالنے کا کام ملتوی ہوا۔ ان شاء اللہ۔ آخر محرم تک ان کی واپسی ہوگی اس دوران میں مخلص اہل علم نے کراچی سے بار بار مشورہ دیا کہ نقشے لگانے کا حل صرف اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ سنن کو عربی ٹائپ سے چھپوایا جائے اور اس کی ذمہ داری مجلس علمی آپ کے مشورہ سے اٹھا لے اور اصل نسخہ کے چند صفحات برکت کے لئے مقدمہ کے ساتھ لگا دیئے جائیں۔ آپ کا عندیہ حاصل کرنے کے لئے درخواست ہے"۔ ابراہیم

خط و کتابت کے حوالہ سے ڈاکٹر محمد حمیداللہ صاحب اور مجلس علمی کے درمیان مخلصانہ اور دیرینہ تعلقات کا یہ جائزہ ڈاکٹر صاحب مرحوم و مغفور کی علمی و دینی سرپرستی کو ہی ظاہر نہیں کرتا بلکہ ان کے ذہنی افق کی وسعت، فکرونظر کی سلامتی، علوم اسلامی کی ترویج و اشاعت کے لئے سرگرمی، اہل علم و تحقیق کے لئے درد و سوزِ آرزومندی کے ساتھ دین کی خدمت اور امت کی سربلندی کے لئے ان کی انتھک جدوجہد ثابت کرتا ہے۔

## اسناد۔ حواشی۔ حوالے

۱۔ المجلس العلمی کے تعارف تاریخ اور خدمات پر مشتمل ایک مفصل مطالعہ خاکسار راقم الحروف نے ایک مقالہ کی شکل میں شعبہ علوم القرآن والحدیث، ادارہ تحقیقات اسلامی (بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی-اسلام آباد) کے تحت، برصغیر میں مطالعہ حدیث کے عنوان پر منعقدہ ایک قومی سیمینار (۱۹، ۲۰ صفر ۱۴۲۴ھ/۲۱، ۲۲/اپریل ۲۰۰۳ء) میں پیش کیا اور جو مجموعہ مقالات (حصہ سوم) میں (صفحہ ۵۴ تا صفحہ ۹۰) شامل ہے۔ ان مجموعہ ہائے مقالات کو شرکائے مذاکرہ میں بغرض مطالعہ تقسیم کیا گیا اور اشاعت اور حوالے کے لئے نہیں ہیں۔ (زیر نظر مقالہ گویا اسی کا ثنیٰ ہے)۔

۲۔ مولانا محمد انور شاہ کشمیری کی شخصیت، بیسویں صدی کے علمائے برصغیر ہند و پاک میں انتہائی ممتاز و ممیز حیثیت رکھتی ہے۔ وہ بیک وقت مفسر، محدث، متکلم، فیلسوف، محقق استاذ و شارح حدیث، عالم بے بدل، علم ظاہر و باطن کے جامع، حضرت شیخ الہند کے جانشین اور صدر مدرس دارالعلوم دیوبند تھے۔ دارالعلوم دیوبند سے ۱۳۴۶ھ / ۱۹۲۸ء میں سبکدوش ہونے کے بعد جامعہ اسلامیہ ڈابھیل (سورت گجرات، بھارت) کے صدر مدرس مقرر ہوئے۔ وہ دارالعلوم دیوبند کی صدارت پر تقریباً ۱۲ سال (۱۳۳۳-۱۳۴۲ھ) جلوہ افروز رہے۔ اور جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں تقریباً ۵ سال۔ محرم ۱۳۵۱ھ/مئی ۱۹۳۲ء میں انتقال فرمایا۔ جامعہ اسلامیہ میں تشریف آوری کے چار سال بعد جمادی الاول ۱۳۵۰ھ /اکتوبر ۱۹۳۱ء میں ان کی سرپرستی و سرکردگی میں المجلس العلمی کی بنیاد رکھی گئی۔ شاہ صاحب کے سیر و سوانح پر متعدد کتابیں لکھی گئیں، تاہم سب سے زیادہ مشہور و معروف ان کے شاگرد مولانا محمد یوسف البنوریؒ کی عربی تصنیف "نفحة العنبر فی حیاة امام العصر الشیخ انور" ہے۔ یہ کتاب انہوں نے اپنے قیام

ڈابھیل کے زمانہ (۱۳۵۴ھ) میں لکھ کر اسی وقت المجلس العلمی ڈابھیل کی طرف سے شائع کرا دی تھی۔ اس کا ایک ایڈیشن المجلس العلمی کراچی کی طرف سے بھی شائع ہوا۔

۳۔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کی ایک مفصل تاریخ، اسی جامعہ کے ایک استاذ مولانا فضل الرحمٰن اعظمی نے جامعہ کے سرکاری ریکارڈ، سالانہ روئیدادوں (گجراتی و اردو) اور رپورٹوں کی بنیاد پر مرتب کی جس کی نگرانی اس جامعہ کے مہتمم مولانا محمد سعید بزرگ صاحب نے فرمائی اور حسب ضرورت تصحیح کے بعد جامعہ کی طرف سے شائع بھی کیا۔ اس لئے یہ کتاب ایک معاصر و مستند مآخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ جس میں ضروری اعداد و شمار، جدول، تصاویر، عکس اقتباسات بھی شامل ہیں۔ دیکھئے اعظمی۔ مولانا فضل الرحمٰن (مرتبہ) تاریخ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین۔ ڈابھیل سملک۔ گجرات۔ ۱۴۰۵ھ۔

۴۔ مجلس علمی (ڈابھیل، سورت) کے پہلے ناظم مولانا سید احمد رضا بجنوری ۱۹۰۷ء میں پیدا ہوئے۔ والد محترم پیر جی شبیر علی صاحب تھے۔ ابتدائی تعلیم بجنور میں حاصل کی پھر مدرسہ فیض عام سیوہارہ اور مدرسہ عربیہ قادریہ حسن پور جا کر تعلیم جاری رکھی۔ ۲۳ تا ۲۶ء دارالعلوم دیوبند میں قیام رہا۔ اس دوران زیادہ تر تعلق امام العصر مولانا محمد انور صاحب سے رہا۔ ۴۶-۴۵ء میں دورہ حدیث پڑھا۔ تکمیل دورہ کے بعد تبلیغ کالج کرنال چلے گئے۔ تبلیغی ضرورت کے لئے انگریزی بھی سیکھی۔ عربی ادب میں تخصص کیا۔ ۱۹۲۹ء میں مجلس علمی کے لئے اس کے بانی مولانا محمد بن موسیٰ میاں کی فرمائش پر جامعۃ اسلامیہ ڈابھیل آئے اور مجلس علمی کے پہلے ناظم مقرر کئے گئے۔ ۱۹۴۵ء تک اسی حیثیت میں جامعہ اسلامیہ سے وابستہ رہے۔ ۳۸-۱۹۳۷ء میں فیض الباری اور نصب الرایہ وغیرہ کی مجلس علمی کی طرف سے طباعت کے لئے مولانا محمد یوسف البنوری کے ہمراہ مختلف عرب ممالک اور ترکی مصر وغیرہ بھی گئے۔ مصر میں ۹ ماہ قیام کے دوران علامہ زاہد الکوثری سے تعلقات استوار ہوئے۔ ۱۹۴۷ء میں حضرت مولانا انور کشمیری کی چھوٹی صاحبزادی سے آپ کا نکاح ہوا۔ نکاح حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے پڑھایا۔ (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: ہفت روزہ ''خدام الدین'' لاہور کا علامہ (یوسف) بنوری نمبر۔ فروری مارچ ۱۹۷۸ء صفحہ ۱۰۹)۔

۵۔ بجنوری- مولانا احمد رضا۔ مجلس علمی (تعارفی کتابچہ بزبان اردو) شائع کردہ مجلس علمی ڈابھیل۔ (ت ط ن) صفحہ ۲ نیز دیکھئے: المجلس العلمی۔ اهدافه و شئونه العلمية و آثاره الخالده. (تعارفی کتابچہ بزبان عربی) مطبوعہ المجلس العلمی کراتشی۔ باکستان۔ (ت ط ن)۔

۶۔ مولانا محمد طاسین (ولد عبدالرحمٰن) صاحب ہری پور ہزارہ (صوبہ سرحد) میں ۱۹۲۰ء میں پیدا ہوئے۔ مقامی مکتب اور اسکول کی تعلیم کے بعد درس نظامی کی ابتدائی تعلیم سرحد و پنجاب کے مختلف مدارس میں اور اعلیٰ تعلیم دیوبند امروہہ مراد آباد جاکر حاصل کی یہاں تک کہ ۱۹۴۲ء میں امروہہ کے مدرسہ اسلامیہ سے سند فراغت لی اور صدر مدرس مولانا عبدالرحمٰن امروہوی کے حکم پر وہیں ۱۹۴۷ء تک تدریسی خدمات انجام دیں۔ ۱۹۴۹ء میں کراچی آ گئے اور رباط العلوم الاسلامیہ سے وابستہ ہوگئے۔ اسی دوران ٹنڈوالہ یار میں مولانا یوسف البنوری سے رابطہ استوار ہوا اور مولانا مفتی محمد شفیعؒ کے قائم کردہ مدرسہ دارالعلوم (نانک واڑہ کراچی) میں کچھ عرصہ تدریسی خدمات انجام

دیں اور رباط العلوم لائبریری کی تنظیم فرمائی۔ ۱۹۵۲ء میں مجلس علمی کراچی کا قیام عمل میں آیا تو وہ ناظم مجلس علمی مقرر کئے گئے۔ حضرت مولانا بنوریؒ نے ۱۹۵۶ء میں مولانا طاسین سے اپنی صاحبزادی کا نکاح بھی کر دیا۔ ان کے دورِ نظامت میں مجلس علمی کراچی نے بڑی شہرت پائی جو اب تک قائم ہے۔ ۱۷/اکتوبر ۱۹۷۷ء کو مولانا یوسف بنوری نے رحلت فرمائی جبکہ ان کے داماد مولانا محمد طاسین صاحب کا ۲۳/ دسمبر ۱۹۹۸ء کو انتقال ہوا۔

۷۔ ڈاکٹر محمد حمیداللہ صاحب نے تدوین حدیث مولفہ مولانا مناظر احسن گیلانی (جس کا پہلا ایڈیشن ۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۶ء میں) ادارہ مجلس علمی (سابق ڈابھیل) حال کراچی سے شائع ہوا۔ (اور اس کے بعد اسے مکتبہ اسحاقیہ جونا مارکیٹ کراچی نے شائع کیا) کے صفحات ۷۴ تا ۷۷ میں جس ''فاحش غلطی'' کا انکشاف کیا اور پھر متصلاً جو توجیہ و وضاحت فرمائی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت ڈاکٹر صاحب موصوف غالباً سخت عجلت میں یا کسی اور الجھن میں تھے جس کے سبب گربڑا گئے۔ حالانکہ جو کچھ ڈاکٹر صاحب فرما رہے ہیں اور جو نتائج آں محترم نے نکالے ہیں مولانا مناظر احسن گیلانی کی تصنیف میں من و عن وہی کچھ بالکل درست طور پر موجود ہے اور کسی ''فاحش غلطی'' کا ارتکاب نہیں کیا گیا ہے۔ ''تدوین حدیث'' کا پہلا ایڈیشن مجلس علمی کراچی نے شائع کیا۔

اس کتاب کے صفحہ ۷۴ پر سلسلہ کلام میں لکھا ہے کہ ''واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد ایک سے زائد صحابیوں کے متعلق یہ بیان کیا گیا ہے کہ اسی اور سو برس کے درمیان وہ دنیا میں موجود رہے'' پھر آگے لکھا ہے کہ ''حضرت ابوالطفیلؓ ہیں جن کا نام عامر بن واثلہ ہے۔ سمجھا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد یہ آخری صحابی ہیں جن پر صحابہ کا دور ختم ہوگیا۔ حافظ ابن حجر نے جریر بن حازم جو ایک معتبر اور ثقہ راوی ہیں ان کی یہ چشم دید شہادت نقل کی ہے۔

کنت بمکۃ سنۃ عشر و مائۃ فرأیت جنازۃ فسالت عنھا فقیل ابوالطفیل (ج۷ ص ۱۱۰)

میں ۱۱۰ھ میں مکہ معظمہ میں تھا۔ اسی زمانہ میں میں نے ایک جنازہ دیکھا۔ دریافت کیا یہ کن کا جنازہ ہے مجھے بتایا گیا کہ ابوالطفیل (صحابی) کا جنازہ ہے۔

جس کا مطلب یہی ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد ننانوے سال تک حضرت ابوالطفیلؓ کی شکل میں صحابیت کی یادگار موجود تھی۔ (صفحہ ۷۵)

اس کے بعد صفحہ ۷۵ پر جو تختہ یا فہرست دی ہے اس کا عنوان درست طور پر یہ لکھا ہے:- ''تختہ ان صحابیوں کا جو رسول اللہ ﷺ کے بعد تقریباً سو سالہ مدت میں زندہ رہے ہیں'' اس فہرست میں بھی سنہ ہجری نہیں لکھا گیا بلکہ مدت قیام دی گئی ہے جو اپنی جگہ درست ہے۔

۸۔ مصنف عبدالرزاق م ۲۱۱ھ کی جمع و ترتیب اور تبویب وتحشیہ کو چار جلدوں میں مکمل کرنے اور طباعت و اشاعت کے لئے تیار ہونے کی جو اطلاع محترم جناب ڈاکٹر یوسف الدین صاحب نے اپنے خط (مورخہ ۴ مئی ۱۹۵۵ء) میں دی تھی اور جس کے لئے مولانا محمد بن موسیٰ میاں صاحب نے اشتیاق ظاہر کیا تھا وہ بہرحال مجلس علمی کی طرف سے نہیں چھپ سکی۔ البتہ سالہا سال کی تگ و دو اور انتظامات جو بانی مجلس کی طرف سے کئے گئے اس

کے نتیجہ میں احادیث و آثار کا یہ عظیم الشان ذخیرہ محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی کے ہاتھوں تحقیق، ترتیب، تدوین، تخریج احادیث اور تعلیقات سے آراستہ ہو کر گیارہ ضخیم جلدوں میں المجلس العلمی (جوہانسبرگ سملک، کراچی) کے تحت (مطبع دارالقلم بیروت سے) ۱۳۹۰ھ تا ۱۳۹۲ھ / ۱۹۷۰ء تا ۱۹۷۲ء شائع ہوا۔ المصنف کی پہلی جلد میں دو صفحے کا ''مقدمۃ الناشر'' (از مدیر المجلس العلمی ابراہیم میاں محررہ بیروت ۳ رمضان ۱۳۹۰ھ) شامل ہے۔ کتاب خوبصورت عربی ٹائپ میں ہے اور فہرست مضامین کے بعد مخطوطہ آستانہ کے پہلے صفحہ کا عکس اور آخری جلد ۱۱ میں مخطوطہ کے آخری صفحہ کا عکس مع مہر جلوہ گر ہے۔ پہلی جلد کا آغاز کتاب الطہارۃ (باب غسل الزراعین) سے ہوتا ہے جبکہ آخری جلد ۱۱ کا آخری باب برالوالدین پر۔ آخری حدیث ۲۱-۳۳ ''اخبرنا عبدالرزاق قال اخبرنا معمر عن ثابت عن انس قال: کان شعرا النبی ﷺ الی نصف اذنیه'' (صفحہ ۴۷۱) پر کتاب اختتام پذیر ہو جاتی ہے۔

۹۔ مصنف عبدالرزاق کے مقدمۃ الناشر کی تصریح کے مطابق مصنف عبدالرزاق سے پہلے مجلس علمی کے تحت مسند الحمیدی، السنن سعید بن منصور اور نصب الرایہ جیسی اہم کتابیں شائع ہو چکی تھیں **(یقوم نبشره المجلس العلمی (الذی اسس فی سملک سورت من الهند) کما سبق له منذ اعوام ان نشر مسند الحمیدی والسنن لسعید بن منصور و نصب الرایة من کتب السنة.** مصر ۷) چنانچہ نصب الرایہ للاحادیث الهدایة (للحافظ الامام جمال الدین الزیلعی ۷۶۲/۴ھ) ۴ بڑے سائز کی جلدوں میں ۱۳۵۷ھ میں، مسند الحمیدی (تالیف عبداللہ بن زبیر الحمید) ۲ جلدوں ۸۳-۱۳۸۲ھ اور سنن سعید بن منصور ڈاکٹر حمیداللہ کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ ۱۳۸۷ھ / ۱۹۶۷ء میں شائع ہوئیں۔

۱۰۔ مجلس علمی کراچی میں محفوظ چند خطوط کا عکسی نمونہ آخری صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں (دیکھئے صفحہ ۲۷)۔

-----------